ساختیات - ایک تعارف

منتخب اردو مقالات

مرتب
ناصر عباس نیر

Scanned by CamScanner

جملہ حقوق محفوظ

جنوری ۲۰۰۶

سلسلہ مطبوعات نمبر: ۲۴۴b

نام کتاب: ساختیات ایک تعارف۔
(منتخب اردو مقالات)

مرتب: ناصر عباس نیر

ناشر: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی

مطبع: طیب اقبال پرنٹرز، 17-بی، رائل پارک، لاہور

کمپوزنگ: پرل کمپوزنگ سنٹر، میاں چیمبر لاہور

تعداد: ۳۰۰

صفحات: ۲۴۰

قیمت: روپے

اشاعت کے لیے حکومت پنجاب کے محکمہ اطلاعات و ثقافت و امور نوجوان نے مالی تعاون فرمایا

ملنے کا پتہ:
9-B جعفریہ کالونی، خدا بخش روڈ، لاہور
فون ۷۵۱۲۷۲۴

Scanned by CamScanner

مقدمہ

ساختیات اور ساختیاتی تنقید پر یہ کتاب اس یقین کی بنیاد پر مرتب کی گئی ہے کہ اس مکتب نے اردو تنقید میں اپنی جگہ بنالی ہے۔ اور اس توقع کے ساتھ پیش کی جارہی ہے کہ ساختیاتی تنقید کی تفہیم و توضیح میں معاون ثابت ہوگی اور تنقید سے متعلق عموماً اور ساختیات سے متعلق خصوصاً نئے مباحث کو تحریک دے گی۔

اردو میں ساختیاتی تنقید کے جگہ بنالینے سے متعلق یقین کو بعض لوگ آرزومندانہ خواہش یا دیوانے کی بڑ قرار دیں، مگر اس یقین کی دو معقول وجوہ موجود ہیں۔ پہلی یہ کہ بیشتر پاکستانی جامعات نے اپنے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے نصابات میں اسے شامل کر لیا ہے۔ یوں ساختیات محض چند رسائل میں چند لکھنے والوں کا مسئلہ نہیں رہی۔ اسے گویا اعلیٰ سطح کی تعلیمی اور دانش ورانہ ضرورتوں سے ہم آہنگ پا کر قبول کرلیا گیا ہے۔ اس حقیقت کو جامعات کی نصاب ساز کمیٹیوں پر کوئی پھبتی کس کر جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اردو میں ساختیات کو جن بنیادوں پر رد کیا گیا ہے، وہ کھوکھلی ہیں۔ معترضین نے ساختیات کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا، بلکہ سرسری، سطحی، بالواسطہ مطالعے اور سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر ساختیات پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی ہے۔ سرسری، سطحی مطالعے کے نتیجے میں ہی ہے ساختیات پر جملہ بازی کی گئی ہے اور ایک آدھ مقالہ ہی ایسا لکھا گیا ہے، جس میں ساختیات کے مقدمات اور بنیادی فکر کو چیلنج کیا گیا ہو۔ اور جب تک کسی نظریے یا تنقیدی مکتب کے بنیادی استدلال کی Validity کو چیلنج نہیں کیا جاتا، اسے منظر سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ نظریہ اپنے استدلال کی قوت سے باقی رہتا اور پھولتا پھلتا ہے۔

Scanned by CamScanner

ساختیات پر کیے گئے دو ایک اعتراضات کا ذکر یہاں دلچسپی سے خالی نہیں ہو گا -- ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ ساختیات مغرب کا چبایا ہوا نوالہ ہے' یعنی اس میں ایک خرابی تو یہ ہے کہ یہ مکتب مغرب سے آیا ہے اور دوسری خرابی یہ ہے کہ یہ مغرب میں مردہ ہو چکا ہے- ان معترضین سے پوچھا جا سکتا ہے کہ جناب! حالی واثر سے لے کر اب تک کس نقاد نے مغرب کے خوان سے لقمے نہیں توڑے؟ رومانی' ترقی پسند' عمرانی' ہیئتی' نفسیاتی' غرض کون سا تنقیدی مکتب ایسا ہے' جو مغرب کے راستے سے ہمارے یہاں نہیں پہنچا؟ پھر یہ طعنہ ساختیات کو ہی کیوں؟ اصل سوال یہ نہیں کہ کوئی نیا نظریہ کہاں سے آیا ہے- سوال یہ ہے کہ خود نظریہ کیا ہے؟ اور اس پر جو ڈسکورس قائم ہوا ہے' اس کی نوعیت اور سمت کیا ہے؟ ہمارے یہاں ہر اس نظریے کو شبہے کی نظر سے دیکھا جاتا ہے' جو مغرب سے آیا ہو- اصلاً یہ عدم تحفظ کی صورت حال ہے' جو بعض تاریخی وجوہ سے پیدا ہوئی ہے اور ان تمام ممالک کی تقدیر بنی ہے' جو مغرب کی نو آبادی رہے ہیں- مغرب کو غاصب اور استحصال پسند سمجھنا اور اس سے نفرت کرنا سابق نو آبادیاتی اذہان کی سائیکی کا حصہ ہے- آزادی کے پانچ دہوں کے بعد بھی یہ سائیکی تبدیل نہیں ہوئی اور اصول تلازمہ کے تحت مغرب سے وابستہ ہر فکر (اشیا کو کم) کو اس کی غاصبانہ چالوں کا حصہ خیال کیا جاتا ہے- نتیجہ یہ ہے کہ نئے افکار و نظریات پر نہ آزادانہ ڈسکورس قائم ہو پاتا ہے اور نہ نظریات پر ہم مغرب سے برابر کی سطح پر مکالمہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہم خود نظریہ سازی کی طرف متوجہ ہیں- لہٰذا عالمی فکر میں ہماری کنٹری بیوشن تو کجا شرکت بھی نہ ہونے کے برابر ہے- تاہم نئی اور عالمی فکر کی تضحیک میں ہم کسی سے پیچھے نہیں ہیں-

جہاں تک ساختیات کے مردہ ہونے کا تعلق ہے' تو یہ محض مغالطہ ہے- اس مغالطے کا ایک سبب تو مغرب اور اردو کے مزاجی فرق سے عدم آگہی ہے اور دوسرا سبب بعض حقائق سے لاعلمی یا چشم پوشی ہے- مغرب میں فکری تبدیلیوں کی رفتار بے حد تیز ہے- نو بہ نو فکری تبدیلیوں کی قبولیت کے لیے جس آزادی فکر' روایت سے عدم وابستگی' تنوع اور ارتقا پسندی' نئے آفاق کی تسخیر کی لامختتم جستجو درکار ہوتی ہے' وہ مغرب نے نشاۃ ثانیہ کے بعد' بتدریج حاصل کر لی ہے- جب کہ اردو والوں کے یہاں روایت سے وابستگی' محدود دائرے

Scanned by CamScanner

میں آزاد فکری اور اپنے زمان و مکان پر قانع رہنے کا رویہ موجود ہے- یہی وجہ ہے کہ یہاں کوئی ایسی فکر پورے طور پر رائج نہیں ہوئی' جو روایت کے کامل انہدام پر اصرار کرتی ہو- ہر نئی اور اجنبی فکر کے سلسلے میں ہم نے مطابقت پذیری کا رویہ اختیار کیا ہے- اسے روایت کے بنیادی عقائد سے ہم آہنگ کر کے قبول کیا ہے- یعنی اوّلیت روایت کو دی ہے اور اس کے کلیدی مفروضات کی بقا کی ضمانت پر نئی فکر سے اعتنا کیا ہے- یہ طرزِ عمل درست ہے یا غلط' اور اس کی تاریخی و ثقافتی وجوہ کیا ہیں اور یہ وجوہ تا حال کیوں بالقوہ موجود ہیں' ان سوالوں پر بحث کا یہ محل نہیں' مگر اس طرزِ عمل کا نتیجہ بہ ہر حال یہ ہوا ہے کہ ہمارا ثقافتی وجود مخمصے کے جال میں گرفتار ہے- نہ تو نئی فکر اپنے حقیقی سیاق و سباق کے ساتھ یہاں پنپ پاتی ہے اور نہ روایت کے باطن سے از خود کوئی ایسا نظامِ خیال پوری قوت سے نمو پذیر ہوتا ہے جو نئی فکر کو بے دخل کر کے اپنی معقولیت باور کرا سکے--- چناں چہ ہمارے یہاں فکری تبدیلیوں کی نہ صرف رفتار سست ہے بلکہ نئی فکر کو قبول کرنے کا مخصوص مقامی' ثقافتی میکانزم بھی ہے- ساختیات کے سلسلے میں بھی مغرب اور ہمارے ثقافتی مزاج کا یہ فرق ظاہر ہوا ہے- یعنی ہمارے یہاں اگر ساختیات اسی کی دہائی میں مقبول ہوئی- جب مغرب میں پس ساختیات کے مباحث شروع ہو چکے تھے تو اس کا سبب دونوں کے ثقافتی مزاجوں کا فرق ہے- اکثر لوگوں کو معلوم نہیں کہ ساختیات پر اوّلین گفتگو محمد حسن عسکری نے محمد آرکون (فرانسیسی ماہر لسانیات اور مفکر) کے نام خط میں کی تھی' جو ۲۵ نومبر ۱۹۷۵ء کو لکھا گیا تھا اور یہ وہی سال ہے' جب معروف ساختیاتی نقاد جوناتھن کلر کی کتاب ''ساختیاتی شعریات'' کو امریکا کی ماڈرن لینگویج ایسوسی ایشن نے سالانہ ایوارڈ دیا تھا- گویا تب ساختیات امریکا اور مغربی یورپ میں حاوی ڈسکورس تھی اور اگلے سال محمد علی صدیقی نے ساختیات پر دو مقالات ''اوراق'' میں شائع کروائے تھے- دلچسپ بات یہ ہے کہ عسکری اور صدیقی دونوں صاحبان نے ساختیات کو ملتی جلتی ثقافتی وجوہ سے مسترد کیا تھا- اس ضمن میں یوں بھی تو سوچا جا سکتا ہے کہ ہر نیا نظریہ اپنے تعارف و ترویج کے لیے ایک Space چاہتا ہے- جب تک ثقافتی اور ادبی منظر نامے میں یہ Space نمودار نہیں ہوتی' وہ نظریہ موضوعِ بحث نہیں بن سکتا- کبھی یہ Space موجود اور رائج فکری مباحث کی تردید سے

Scanned by CamScanner

پیدا کی جاتی ہے اور کبھی رائج مباحث کے متوازی از خود ابھر آتی ہے۔ ساٹھ اور ستر کی دہائیوں میں ہمارے ادبی، تنقیدی منظر نامے میں نئے نظریے کی ابتدائی قبولیت کے لیے Space نہیں ابھری تھی۔ لہٰذا ساختیات اگر دیر سے آئی ہے تو اس کی معقول ثقافتی، فکری اور علمی وجوہ موجود ہیں۔

ساختیات پر مردہ نظریے کی پھبتی کسنے والوں نے اس امر پر بھی غور نہیں کیا کہ تنقیدی نظریات کی قدر و قیمت کو ان پر ہونے والے مباحث کی رفتار سے متعین نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ساختیات کے بعد پس ساختیات کے مباحث آنے کا مطلب ساختیات کا رد ہو جانا ہے تو پھر افلاطون، ارسطو، سڈنی، کالرج، آرنلڈ، رچرڈز، ایلیٹ، نارتھ روپ فرائی، ابن رشیق، ابن خلدون، قدامہ بن جعفر، شبلی، حالی سب رد ہو گئے کہ ان کے نظریات پر گرما گرم مباحث کا جشن تو کب کا ختم ہو چکا۔۔۔ اصل یہ ہے کہ ہر نئے نظریے پر زور شور سے بحث کا مطلب، اس نظریے کی پرکھ ہے۔ ہر نیا نظریہ ادب فہمی کے لیے کچھ نئے اصول فراہم کرنے کا مدعی ہوتا ہے۔ بحث مباحثے کے ذریعے اس دعوے کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ جب تجزیہ مکمل ہو جاتا ہے اور نئے تنقیدی نظریے کے بنیادی استدلال سے آگاہی حاصل ہو جاتی اور اس کی تجزیاتی حدود منکشف ہو جاتی ہیں اور اس کے اطلاقی امکانات کا کھوج لگا لیا جاتا ہے تو اس پر بحث ٹھنڈی پڑ جاتی ہے اور وہ نظریہ تنقیدی فکر کا حصہ بن جاتا ہے۔

مغرب میں ساختیات پر مباحث کے ٹھنڈا پڑنے کا باعث یہی اصول ہے۔ ہمیں اس اعتراف میں تامل نہیں ہونا چاہیے کہ مغرب علمی اصولوں کی پاس داری میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ واضح رہے کہ مغرب میں ساختیات کے مباحث یکسر ختم نہیں ہوئے۔ اوّل تو اسے تنقیدی تھیوری کی جامعاتی تدریس کا باقاعدہ حصہ بنایا گیا ہے، اس لیے طالب علم اس کا برابر مطالعہ کر رہے ہیں۔ دوم اعلیٰ دانشورانہ سطح پر بھی ساختیات، پس ساختیات اور مابعد جدیدیت کے مباحث میں پس منظر کے طور پر زیر بحث ہے۔ یعنی جملہ پس ساختیاتی نظریات (جیسے ڈی کنسٹرکشن، نو تاریخیت، نو مارکسیت، نو تحلیل نفسی، نسائی تنقید وغیرہ) پر مدلل گفتگو ساختیات کی کامل تفہیم کے بغیر ممکن نہیں۔

ساختیات کی سرزنش اس بنا پر بھی کی گئی ہے کہ عملاً ساختیاتی تنقید کے نمونے پیش

Scanned by CamScanner

نہیں کیے گئے- یہ اعتراض داغنے والوں نے دراصل ساختیاتی تنقید کو عملاً ناکام نظریہ ثابت کرنا چاہا ہے- مگر انھیں شاید معلوم نہیں کہ اردو میں ساختیاتی مطالعات کیے گئے ہیں- وزیر آغا' گوپی چند نارنگ' فہیم اعظمی اور چند دوسرے لوگوں نے ساختیاتی تنقیدی حربے کو بالترتیب منٹو' فیض اور جوگندر پال کے متون پر آزمایا ہے (ان مقالات کی فہرست کتابیات میں موجود ہے اور دو مقالات بہ طور مثال کتاب میں شامل بھی کیے جا رہے ہیں-) تاہم یہ درست ہے کہ جس قدر نظری مباحث ہوئے ہیں' اس قدر عملی تنقید کے نمونے سامنے نہیں آئے- اس طرف توجہ کرنے کی بہ ہر حال ضرورت ہے- مگر اس ضرورت کا احساس پیدا کرنے کے لیے بھی ساختیات کی نظری اور تجزیاتی حدود کو واضح کر کے اس مکتب کی اہمیت اجاگر کرنا ضروری ہے- یہ کتاب اسی جانب ایک قدم ہے-

ساختیات کی نظری اور تجزیاتی حدود سے متعلق یہاں پوری تفصیل سے لکھنے کی گنجائش نہیں کہ آیندہ صفحات میں دیے گئے مقالات اس ضرورت کو پورا کرتے ہیں- تاہم یہاں ساختیات کے حوالے سے چند بنیادی باتوں پر روشنی ڈالنا مناسب ہوگا کہ اس طور شاید مقالات کی تفہیم میں کچھ آسانی پیدا ہو- ابتدائیے اور مقالات میں بعض نکات کی تکرار قاری کو گوارا کرنا پڑے گی-

ساختیات کسی ثقافتی مظہر کے کلی نظام (ساخت) کو دریافت کرنے کا ایک طریق (Method) ہے- جیسا کہ جدلیات ہے- جدلیات فلسفیانہ طریق ہے اور ساختیات سائنسی ہے- تاہم دونوں کا مقصود حقیقت کی کلیت تک پہنچنا ہے- جدلیات کبھی (افلاطون کے یہاں) سوال و جواب کے ذریعے صداقت کے مطلق تصور تک رسائی پانے کا راستہ دکھاتی ہے' کبھی (ہیگل کے یہاں) کسی نظریے/تھیسس کے اندر سے اس کی ضد/اینٹی تھیسس کو ابھرتا ہوا دیکھتی اور پھر دونوں کے امتزاج/سینتھیسس کا نظارہ کرتی ہے اور کبھی (مارکس کے یہاں) پوری تاریخ کو طبقات کی کشمکش اور تضاد سے عبارت دیکھتی ہے- تینوں صورتوں میں جدلیات تردید و تضاد کی کارفرمائی دریافت کرتی ہے- جدلیاتی طریق کو صداقت مطلقہ اور انسان کی فکر اور مادی تاریخ کے منطقی تجزیے میں برتا گیا اور کلیت کو دریافت کرنے میں اس سے مدد لی گئی ہے- ساختیات بھی اپنے مطالعاتی معروض کی کلیت کو

Scanned by CamScanner

دریافت کرتی ہے- ساختیات کا مطالعاتی معروض کوئی ثقافتی مظہر یا سسٹم ہوتا ہے' جب کہ جدلیات بالعموم فلسفیانہ معروض منتخب کرتی ہے- ساختیات اور جدلیات کلیت کی دریافت کے لیے اضدادی جوڑوں (Binary Opposites) کو کام میں لاتی ہیں- جدلیات تھیسس اور اینٹی تھیسس کو اور ساختیات کوڈز اور نشانات کے افتراق کو- تاہم دونوں کے اضدادی جوڑوں میں بعض مشابہتیں اور فرق بھی ہیں- مثلاً ہر تھیسس/نظریے کے اندر اس کی ضد/ اینٹی تھیسس موجود ہے- جب کوئی نیا نظریہ متعارف ہوتا اور اس پر بحث و گفتگو ہوتی ہے تو اس کی خامیاں بھی اجاگر ہوتی ہیں- انھیں دور کرنے کی خاطر ایک نیا نظریہ پہلے نظریے کی ضد کے طور پر وضع کیا جاتا ہے- اسی طرح ساختیات میں ہر نشان اس فرق (یا ضد) سے پہچانا جاتا ہے' جو اس نے دوسرے نشانات سے قائم کر رکھا ہے- یعنی ساختیات میں کسی نشان کے مفہوم تک رسائی فرق کو ملحوظ رکھے بغیر ممکن نہیں ہوتی - ہر معنی فرق سے پیدا ہوتا ہے' اسی لیے ساختیات کے بانی فردی ناں سوسیئر نے کہا تھا کہ زبان میں سوائے افتراقات (Differences) کے کچھ نہیں- اور جس طرح جدلیات میں تھیسس اور اینٹی تھیسس امتزاج پر منتج ہوتے ہیں- اسی طرح ہر نشان کے معنی افتراق سے تو پیدا ہوتے ہیں' مگر معانی کا نظام اسی وقت قائم ہوتا ہے' جب افتراق کے علاوہ ارتباط (Combination) بھی وجود میں آتا ہے- جدلیات کا امتزاج' ساختیات میں ارتباط ہے- اس ضمن میں دونوں طریق ہائے مطالعہ میں بہ ظاہر یہ فرق نظر آتا ہے کہ جدلیاتی تھیسس اور اینٹی تھیسس باہم ضم ہو جاتے ہیں' ضد اور فرق یکسر ختم ہو جاتے ہیں تاوقتیکہ سینتھیسس (جو نیا تھیسس ہے) کے اندر نیا اینٹی تھیسس کروٹ نہیں لیتا' لیکن اگر غور کریں تو یہ فرق ظاہری ہے- ساختیات یہ تو تسلیم کرتی ہے کہ معنی فرق سے پیدا ہوتا ہے' مگر وہ کسی ثقافتی نظام کی جس کلیت کا تصور کر رکھتی ہے' وہ اپنے اجزا کے مجموعے سے زائد ہوتا ہے- گویا کلیت' نظام یا ساخت کی سطح پر افتراقات غائب یا غیر اہم ہو جاتے ہیں-

جدلیات اور ساختیات کی مماثلتوں اور افتراقات کو اجاگر کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ تحقیق و مطالعے کا ہر طریق اپنے حدود اور امتیازات بھی رکھتا ہے اور دوسرے طریقوں سے بعض مشابہتیں بھی- یہ مشابہتیں اتفاقی بھی ہوتی ہیں اور انسانی فکر کی مشترک

Scanned by CamScanner

ساخت کی بدولت بھی! بہ ہر کیف کسی فلسفیانہ یا سائنسی طریق کے مرکزی استدلال اور حدود و امتیازات کا علم اس کے عملی اطلاق سے قبل ضروری ہوتا ہے۔

ساختیات کا بانی سوس ماہر لسانیات فردی ناں سوسیئر (۱۹۱۳ء-۱۸۵۷ء) ہے۔ مگر ساختیات یعنی Structuralism کی اصطلاح روسی' امریکی ماہر لسانیات اور نقاد رومن جیکب سن (۱۹۸۳ء-۱۸۹۶ء) نے ۱۹۹۲ء میں' سوسیئر کے طریق مطالعہ کے لیے استعمال کی۔ جیکب سن نے سوسیئر کے ایک زمانی لسانی طریق کو ہی زبان کے مطالعے میں برتا اور واضح کیا کہ اگر ہمیں سائنسی طرز فکر کو اس کی موجودہ متنوع صورتوں کے ساتھ اختیار کرنا ہے' تو اس کے لیے Structuralism سے بہتر کوئی لفظ موجود نہیں اور اس امر کی وضاحت میں لکھا:

> "Any set of phenomena examined by contemporary science is treated not as a mechanical agglomeration but a structuraed whole and the basic task is to reveal the inner... laws of this system."
>
> (Romantic Panslavism,711)

یعنی ساختیات کسی سسٹم کو اجزا کا میکانکی مجموعہ نہیں سمجھتی بلکہ اسے ایک ''ساختیاتی کل'' قرار دیتی ہے (جو اپنے اجزا کے مجموعے سے زائد ہوتا ہے) اور ساختیات کا کام ثقافتی سسٹم کے ان داخلی قوانین کو منکشف کرنا ہے' جن کی کارفرمائی سے سسٹم معنی خیزی کے اعمال کو انجام دینے کے قابل ہوتا ہے۔ جیکب سن نے ساختیات کو سائنس بھی کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سوسیئر نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "Course in General Linguistics" (جو ۱۱-۱۹۰۷ء کے عرصے میں کالج آف فرانس میں دیے گئے اس کے خطبات کا مجموعہ ہے' جسے اس کے دو شاگردوں نے نوٹس کی مدد سے مرتب کیا' اور جو اس کی وفات کے تین سال بعد چھپی۔ اس کا انگریزی ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہوا۔ کاش اردو میں بھی اس عہد ساز کتاب کا ترجمہ ہو جاتا!) میں اپنے لسانی مطالعے کو سائنسی قرار دیا تھا۔ اس نے سائنس کا لفظ' انیسویں صدی کی لسانیات سے اپنے طریق مطالعہ کو ممیز کرنے کے لیے اختیار کیا تھا۔

Scanned by CamScanner

انیسویں صدی میں زبان کا مطالعہ تاریخی اور ارتقائی حوالے سے کیا جاتا تھا- زبان جن تغیرات سے گزر کر موجودہ ارتقا کو پہنچی ہے ان کا علم حاصل کیا جاتا تھا- مگر کوئی زبان ایک مکمل ابلاغی نظام کے طور پر کیوں کر کام کرتی ہے' اس کا جواب تاریخی لسانیات کے پاس نہیں تھا- چناں چہ سوسیئر نے زبان کے ارتقائی مطالعے (جسے اس نے Diachronic کا نام دیا) کی جگہ زبان کے یک زمانی (Synchronic) مطالعے کا نظریہ پیش کیا- جو زبان کے کلی نظام کی وضاحت کر سکتا ہے- سوسیئر یک زمانی مطالعے کو سائنسی کہتا ہے (ارتقائی مطالعے کو پھر غیر سائنسی کہنا چاہیے؟) تاریخی لسانیات کو رد کرنے کے ضمن میں سوسیئر کی اہم ترین دلیل یہ ہے:

> "The First thing which strikes one on studying lingusictic facts is that the language user is unaware of their succession in time: he is dealing with a state. Hence the linguist who wished to understand this state must rule out of consideration every thing which brought that state about, and pay no attention to diachrony. Only by suppressing the past can he enter into the state of mind of the language user." (Course, p 81)

گویا لسانی عمل ایک ذہنی حالت ہے' جس میں زبان میں رونما ہو چکی تاریخی تبدیلیوں کا شعور موجود نہیں ہوتا- الٹا یہ شعور لسانی عمل کو متاثر کرتا ہے- اگر ماہر لسانیات زبان کے زندہ، مکمل ابلاغی نظام (جو زبان بولنے والے کے یہاں منکشف ہوتا ہے) کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے تو اسے زبان کی ''تاریخیت'' کو دبانا چاہیے- یک زمانیت کے اس تصور نے ساختیات اور نشانیات پر گہرے اثرات مرتب کیے- جب سوسیئر کے لسانی ماڈل کو ثقافتی مطالعات میں برتا گیا تو ثقافتی نظام کے گرد یک زمانیت کا حصار کھینچا گیا- اس

Scanned by CamScanner

نظام کی تاریخ کی بجائے اس کی کارکردگی کا تجزیہ کیا گیا اور یہ سمجھا گیا کہ کسی ثقافتی نظام کو برتنے والے' اس کی تاریخی صورت حال کا علم نہیں رکھتے - اور نہ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں-

یک زمانیت کے علاوہ' سوسیئر کے لسانی ماڈل کے تین اہم مفروضات ہیں' جنھیں ساختیات میں راہ نما اصولوں کا درجہ دیا گیا ہے- (ا) بان ایک نظام ہے' جو لسانی عناصر کی حاصل جمع سے زائد ہے- (ب) لسانی اجزا (نشانات) ''ارتباطی'' (Relational) وصف رکھتے ہیں کہ ہر جز کو دوسرے اجزا کے ساتھ رشتے کے حوالے سے بامعنی خیال کیا جاتا ہے- (ج) لسانی نشانات من مانے (Arbitrary) اور ثقافتی ہوتے ہیں- اس لیے ان کی ماہیت کی بجائے ان کے مقصد اور تفاعل کو زیر بحث لایا جاتا ہے-

ان تینوں کو یکجا کریں تو ساختیات کا مفہوم کچھ یہ بنتا ہے:

ہر ثقافتی مظہر ایک ساخت یا تشکیل ہے- یہ ساخت اجزا اور عناصر (جنھیں نشانات' کوڈز اور کنونشنز کہنا چاہیے) سے مل کر بنتی ہے' مگر ساخت اپنے اجزا کا حسابی مجموعہ نہیں ہوتی - ساخت کے اجزا سطح پر مگر خود ساخت تہ نشین ہوتی ہے' جس طرح تکلم یا پارول سطح پر اور ظاہر ہوتا ہے مگر لانگ یا گرامر مخفی ہوتی ہے (اس ضمن میں سوسیئر نے شطرنج کے کھیل کی مثال دی ہے' جس کے قوانین دکھائی نہیں دیتے' مگر تمام چالیں ان کے مطابق چلی جاتی ہیں) ثقافتی تشکیل کے اجزا (اور کوڈز) انفرادی وجود تو رکھتے ہیں مگر ان کی قیمت اور معنویت کا تعین ان کا انفرادی وجود نہیں کرتا' معنویت کا تعین اس رشتے سے ہوتا ہے جو اجزا کے مابین ہے اور یہ رشتہ فرق کا بھی ہے اور مماثلت کا بھی - تمام نشانات اور کوڈز ثقافت کی تشکیل ہیں- نشانات جن اشیا کی نمایندگی کرتے ہیں' ان سے نشانات کا رشتہ نہ منطقی ہے نہ فطری - جس کا صاف مطلب ہے کہ زبان یا کوڈز کا کوئی دوسرا نظام خارجی دنیا کی مادی حقیقت کو نہیں' ایک ''ساختیائی گئی'' حقیقت (Structured reality) کو پیش کرتا ہے اور ہم زبان کے ذریعے دنیا کا نہیں لسانی ساخت میں لکھی گئی دنیا کا علم حاصل کرتے ہیں- زبان اور دنیا کے بیچ ایک پورا ثقافتی سسٹم اور Institutionalized strategies حائل ہوتی ہیں-

Scanned by CamScanner

یہ ایک غیر معمولی یافت تھی، جس نے زبان، دنیا اور زبان کے رشتے اور حقیقت سے متعلق تصورات کو بدل کے رکھ دیا۔ چناں چہ ساختیات، لسانیات تک محدود نہ رہی اسے بشریات، ادب، فلسفہ، نفسیات، فلم، اشتہار وغیرہ کے مطالعے میں بھی برتا گیا۔ ان سب کو ''زبان'' متصور کیا گیا۔ یعنی ایک ایسا نظام جو معنی خیزی (Signification) کا علم بردار ہے۔

ساختیات پر ابتدائی کام رومن جیکب سن نے کیا۔ وہ روس، چیکوسواکیہ اور امریکا میں رہا۔ روس میں تھا تو ''ماسکو لنگوا سٹک سرکل'' کے ممبر کے طور پر روسی ہیئت پسندی کے تعقلات کی تشکیل میں شریک رہا۔ پراگ میں جلاوطنی کے دور میں ''پراگ لنگوسٹک سرکل'' کو منظم کیا اور رومن جیکب کی فکری مساعی سے پراگ کا ساختیاتی سکول وجود میں آیا۔ اور ۱۹۴۰ء میں جب وہ امریکا آیا تو اس نے لیوی اسٹراس کو ساختیاتی لسانیات سے متعارف کروایا اور عجیب بات یہ ہے امریکا اور مغربی یورپ میں ساختیات کی تحریک کا محرک پراگ سکول نہیں، فرانس بنا، جہاں لیوی اسٹراس کے ساختیاتی بشریاتی مطالعات کی وجہ سے ساختیات (۱۹۶۰ کی دہائی میں) فروغ پذیر ہوئی۔

رومن جیکب سن چوں کہ روسی ہیئت پسندی سے بھی وابستہ رہا اور ساختیات سے بھی، اس لیے اس کے تنقیدی تصورات ان دونوں مکاتب کے درمیان پل کا کام دیتے ہیں۔ روسی ہیئت پسندی، ساختیات کی طرح ہی ''متن اساس'' ہے (نئی امریکی تنقید بھی ان دونوں کی مانند متن اساس ہے) جس نے ادب کو ایک الگ تھلک (تاریخی، ثقافتی وابستگیوں سے) مظہر فرض کیا اور ادب کی سائنس یعنی ''ادبیت'' (Literariness) کو دریافت کرنے کی کوشش کی۔ جیکب سن نے جب ساختیات کی طرف توجہ کی تو ادب کی گرامر یا شعریات مرتب کرنے کی سعی کی۔ ''ادبیت'' اور ''شعریات'' میں بس اتنا فرق ہے کہ اول الذکر Isolated ہے اور ثانی الذکر کلچرل ہے۔ (بنابریں ساختیات کے بسیط مطالعے کے لیے ہیئت پسندی کا مطالعہ ناگزیر ہے) رومن جیکب سن کے ہیئت پسندانہ نظریات کا اثر ساختیاتی شعریات پر پڑا ہے۔ چناں چہ اس نے شعریات کا جو تصور دیا ہے، اس پر اس ''ادبیت'' کا اثر صاف محسوس ہوتا ہے۔ وہ شعریات کو زبان کے اندر تلاش کرتا ہے۔ اس

Scanned by CamScanner

نے بنیادی لسانی عمل کے تجزیے سے زبان کے چھ عوامل بتائے (ان کی تفصیل پروفیسر نارنگ اور راقم کے مقالات میں موجود ہے) اور یہ موقف پیش کیا کہ جب کوئی ایک عامل حاوی ہوتا ہے تو زبان کا کردار اور وظیفہ بدل جاتا ہے- چھ عوامل میں سے ایک عامل کلام یا Message ہے' جب یہ حاوی ہو تو زبان شاعرانہ تفاعل انجام دیتی ہے- لہٰذا شعریات (جسے وہ Poeticity کہتا ہے) زبان کے ''شاعرانہ وظیفے'' کی مرہون ہے اور شاعرانہ وظیفے کی شناخت یہ ہے:

> ".... the word is felt as a word and not as a mere representation of the object being named or an outburst of emotion, when word and their composition, their meaning, their external and internal form acquire a weight and value of their own instead of referring to reality."
>
> "(What is poetry" ---P 378)

یوں رومن جیکب سن شعریات (یا ادب کے اختصاص) کو زبان کا مخصوص عمل قرار دیتا ہے کہ جب لفظ اپنی موجودگی کو محسوس کراتا ہے' وہ کسی دوسری حقیقت کی عکاسی کر کے خود اوٹ میں نہیں ہو جاتا- رومن جیکب سن نے واضح کیا ہے کہ لفظ میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ ذریعہ بھی بن سکتا ہے اور مقصد بھی' وہ کسی حقیقت کو منعکس بھی کر سکتا ہے اور خود ایک حقیقت بھی بن سکتا ہے- راستہ بھی ہو سکتا ہے اور منزل بھی! لفظ جب خود حقیقت بنتا ہے یا منزل تو وہ تخلیق یا ادب کے مرتبے کو پہنچ جاتا ہے- لہٰذا ادب کے بنیادی عمل کو لفظ کی اس صلاحیت میں تلاش کرنا چاہیے- یہاں ایک غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ لفظ جب بہ طور لفظ اپنی موجودگی/ حقیقت کو محسوس کراتا ہے تو وہ معنی سے تہی ہو جاتا ہے- یہ غلط فہمی پیدا ہونے کا سبب یہ ہے کہ لفظ کی اپنی حقیقت کی وضاحت' خارجی حقیقت کے مقابلے میں کی گئی ہے- معنی یا سگنی فائڈ تو لفظ کا ناگزیر حصہ ہے- جیکب سن کا زور اس بات پر ہے کہ شعریاتی عمل میں لفظ کا جسمی وجود یعنی سگنی فائر حاوی ہو جاتا ہے اور سگنی فائڈ اس کے تابع ہو جاتا ہے- دوسرے

Scanned by CamScanner

لفظوں میں جب لفظ ذریعہ ہے تو سگنی فائڈ حاوی ہے اور جب مقصد ہے تو سگنی فائر غالب ہے۔ لفظ کے اس عمل کو شاعرانہ تمثالوں میں بہ طور خاص دیکھا جا سکتا ہے کہ ہر تمثال (جیسے ''برف گرتی ہے ساز بجتے ہیں'') اولاً اپنا حسی ادراک کراتی ہے اور معانی یا خیالات اسی حسی ادراک سے ہی جنم لیتے ہیں۔

رومن جیکب سن کا شعریات کا نظریہ تین چوتھائی ہیئت پسندی سے متعلق ہے اور ایک چوتھائی ساختیاتی ہے۔ ساختیات زبان کو خارجی حقیقت کی عکاس قرار دینے کی بجائے' اسے خود ایک حقیقت گردانتی ہے۔

ساختیات کا باقاعدہ آغاز لیوی اسٹراس (--۱۹۰۸ء) سے ہوا۔ اس نے سوسیر کے لسانی ماڈل کا اطلاق اساطیر پر کیا۔ اساطیر کا تجزیہ اسی طور کیا' جس طور لسانی ماہر کسی جملے کا کرتا ہے' اسے اجزا میں بانٹتا اور ان کے باہمی رشتوں کو دیکھتا ہے۔ لیوی اسٹراس نے چوں کہ ساختیاتی لسانیات پر اپنے مطالعے کی بنیاد رکھی' اس لیے وہ امریکی انڈین ''اساطیر کے جملے'' کو محض اجزا میں تقسیم کر کے اور ان کے باہمی رشتوں کا مطالعہ نہیں کرتا بلکہ اس ''پراسس'' کو بھی گرفت میں لیتا ہے' جس کی وجہ سے اساطیر وجود میں آئی ہیں۔ یعنی وہ اساطیر کی گرامر' لانگ' ساخت یا شعریات کو بھی دریافت کرتا ہے۔ اس نے اپنے مطالعے سے ثابت کیا کہ ہر اسطور کے معانی' دوسری اساطیر کی وجہ سے قائم ہوتے ہیں' جس طرح لسانی نشان کے معنی دوسرے نشانات سے فرق کی بنا پر متعین ہوتے ہیں' مگر جس طرح تمام نشانات کے عقب میں ایک جامع تجریدی نظام ہوتا ہے' اسی طرح تمام اساطیر کے پیچھے ایک مرکزی اسطوری نظام کارفرما ہے۔ لیوس اسٹراس کے کام کی ایک اہمیت تو یہ ہے کہ اس نے ساختیات کا رشتہ ثقافت سے جوڑ دیا۔ پہلے یہ رشتہ ساختیات میں ایک تصور تھا' لیوی اسٹراس نے اسے عملی شکل دی اور دوسری اہمیت یہ ہے کہ ساختیات کی اطلاقی اہلیت کا احساس ابھرا' چناں چہ لیوی اسٹراس کے مطالعات نے ساختیات کو دوسرے شعبوں میں بروئے کار لانے کی تحریک پیدا کی۔ فرانس اور امریکا پر لیوی اسٹراس کے اثرات بالخصوص پڑے۔

رولاں بارت (۱۹۸۰ء - ۱۹۱۵ء) پہلا اہم ساختیاتی نقاد ہے۔ اس نے

Scanned by CamScanner

ساختیات اور نشانیات (Semoitics) کے نظری اور فلسفیانہ مباحث بھی اٹھائے اور ساختیاتی طریق مطالعہ کا اطلاق ادب پر بھی کیا- بارت کا تنقیدی کام خاصا پھیلا ہوا ہے- اس کے مصنف' متن اور قرأت سے متعلق نظریات کا ذکر عام طور پر ہوا ہے اور ان نظریات میں وہ کئی مقامات پر ساختیات سے انحراف کرتا اور الگ فکری روش بھی اختیار کرتا ہے' اس کی فکر کے ڈانڈے پس ساختیات سے بھی جا ملتے ہیں اور مارکسیت سے بھی- بایں ہمہ اس نے پہلی بار ادبی متون کے ساختیاتی مطالعات پیش کیے اور تنقیدی عمل میں ساختیاتی حربے کی افادیت باور کرائی- اس نے ادبی متن کا مطالعہ ایک Sign-system کے طور پر کیا' جو دراصل ایک مکمل نظام ہوتا ہے' جس کے اپنے قوانین اور کوڈز ہوتے ہیں- اس طرح بارت نے ادب کی شعریات تک پہنچنے کی کوشش کی- اس نے اپنی کتاب S/Z (۱۹۷۰ء) میں بالزاک کی کہانی (جو دراصل novella ہے) Sarrsine کا ساختیاتی مطالعہ پیش کیا اور یہ دکھایا کہ کس طرح پوری کہانی پانچ کوڈز کے باہمی تفاعل سے وجود میں آتی اور معنی حاصل کرتی ہے- اس نے ان کوڈز کو Symbolic, Semic, Proaitetic, Hermeneutic اور Cultural کا نام دیا- جان سٹورک نے وضاحت کی ہے کہ ہر کوڈ کہانی میں ایک اپنا اور مختلف کردار رکھتا ہے' مگر جان سٹورک کی توجہ اس طرف نہیں گئی کہ ہر کوڈ دراصل کسی جملے کے ایک لفظ یا نشان کی طرح ہے' جو ہر نشان سے متفرق بھی ہے اور مربوط بھی- یعنی کہانی کا ہر کوڈ ایک انفرادی ذمہ داری بھی نبھاتا ہے اور کہانی کے کلی اجتماعی عمل میں' اجتماعی ذمہ داری بھی ادا کر رہا ہے' دیگر کوڈز سے اشتراک کر کے- اسی صورت میں کوڈز شعریات کو وجود میں لا سکتے ہیں- یوں بارت نے یہ باور کرایا کہ ادبی متن کو کچھ کوڈز اور ضابطے Regulate کرتے ہیں اور ساختیاتی نقاد کا کام ان ضابطوں کو دریافت کرنا ہے-

ساختیاتی تنقید کو آگے بڑھانے والوں میں اے- جے گریماس' ژراژنیٹ' ودوروف' ژولیا کرسٹیوا' مائیکل ریفاٹری' امبرٹو ایکو اور جوناتھن کلر کے اسما اہم ہیں- اہم ساختیاتی نقادوں کی تحریروں کے مطالعے سے ساختیاتی تنقید کے اہم خصائص کی فہرست یہ بنتی ہے-

Scanned by CamScanner

i- ساختیات متن اساس ہے- یعنی یہ مصنف اور تناظر کی بجائے فقط متن کا مطالعہ کرتی ہے- جملہ متن اساس تنقیدی نظریات کا بنیادی داعیہ یہ ہے کہ کوئی تحریر اس لیے ادب پارہ نہیں بنتی کہ اسے کسی خاص شخص نے لکھا ہے یا وہ کسی مخصوص زمانے میں لکھی گئی ہے' بلکہ کچھ ضوابط اور رسومیات کی پابندی کی وجہ سے تحریر ادب پارہ بنتی ہے- لہٰذا اہمیت ان کو ملنی چاہیے- چوں کہ ادب ایک لسانی مظہر ہے' اس لیے تمام متن اساس نظریے کسی نہ کسی شکل میں ادب کے ''لسانی تجزیے'' کی کوشش کرتے ہیں- مثلاً نئی تنقید فن پارے میں کارفرما ابہام' رمز' قول محال اور Tension (جس کا ترجمہ تناؤ غلط ہے) کا مطالعہ کرتی ہے' جو دراصل لسانی عوامل ہیں اور روسی ہیئت پسندی جس ''ادبیت'' کی دریافت کو اپنا منتہائے نظر بناتی ہے' اس کا اہم اصول ''اجنبیانا'' ("Defamiliarization") ہے اور یہ بھی ایک ''لسانی عمل'' ہے اور ساختیات جس شعریات کی جستجو کرتی ہے' وہ لسانی اور ثقافتی عوامل سے عبارت ہے- مبادا غلط فہمی پیدا ہو' یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ کسی بھی متن اساس تنقیدی نظریے کا ''لسانی تجزیہ'' محض اسلوب کی تشریح نہیں ہے' بلکہ ان اصولوں کا تجزیہ ہے' جس کی وجہ سے ادب بہ طور ایک لسانی مظہر کے قائم ہوتا ہے- چوں کہ مذکورہ بالا تینوں نظریات مختلف فکری اور علمیاتی پس منظر سے آئے ہیں' اس لیے وہ ''اصولوں'' کا تصور اور فلاسفی مختلف رکھتے ہیں-

ii- ساختیاتی تنقید معانی کی تشریح کی بجائے معانی پیدا کرنے والے نظام کو دریافت کرتی ہے- چوں کہ یہ مکتب ساختیاتی لسانیات سے مستعار ہے اور ساختیاتی لسانی ماہر جملے کے معانی بتانے کی بجائے' جملے کی ساخت کا تجزیہ کرتا ہے' اس لیے ساختیاتی نقاد بھی متن کے معانی واضح کرنا اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتا' بلکہ متن کی ساخت کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے- اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساختیاتی نقاد معانی سے آگاہ نہیں ہوتا یا معانی کا تعین نہیں کرتا یا نہیں کر پاتا- اگر وہ معانی کو گرفت میں نہ لے یا نہ لے سکے تو وہ یہ طے کیسے کرے گا کہ معانی کی کون سی ساخت' متن میں مضمر ہے- اصل یہ ہے کہ وہ متن کی شرح نہیں کرتا بلکہ اس فینومی نن یا پر اسس تک پہنچتا ہے' جو ادبی متن کی تشکیل کر رہا ہے اور جس کی وجہ سے متن میں معانی جگمگا رہے ہیں- دوسرے لفظوں میں ''کیا'' کے بجائے ''کیسے''

Scanned by CamScanner

کی وضاحت کرتا ہے- ظاہر ہے یہ ایک نیا طرز نقد ہے' جو ان حضرات کے لیے پریشان کن ہے جو تنقید کو وضاحت اور تشریح تک محدود سمجھتے ہیں' اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے ساختیاتی تنقید ایک فلسفیانہ ذہن کا مطالبہ کرتی ہے' جو ظاہری تنوع کے عقب سے وحدت کو گرفت میں لے سکے-

iii- ساختیاتی تنقید ساخت یا شعریات کو ضابطوں اور رسومیات کا نظام تصور کرتی ہے- ضابطے کوڈز اور رسومیات (کنونشنز) باہم عمل آرا ہو کر معانی خلق کرتے ہیں- گویا معانی کا سرچشمہ باہر نہیں' خود متن کی ساخت ہے- یہ ساخت جن عناصر سے مرتب ہوئی ہے' انھیں ثقافتی ضوابط اور رسومیات نے طے کیا ہوتا ہے- اس اصول کے دو اہم مضمرات ہیں: اوّل یہ کہ اگر معانی کا سرچشمہ خود (متن کی) ساخت ہے تو مصنف محض ذریعہ ہے' اس ساخت کے اظہار کا- اسی بنا پر ساختیات میں مصنف اور موضوع (Subject) کی نفی کی گئی ہے- رولاں بارت نے مصنف کی موت کا اعلان اسی تناظر میں کیا تھا- مصنف سے صرف نظر کرنے کی دو صورتیں سامنے آئی ہیں- ایک یہ کہ لوک ادب کی شعریات مرتب کی گئی ہے' جس کا مصنف نامعلوم ہوتا ہے- اس ضمن میں اے- جے- اگریماس کا نام اہم ہے- دوسرا یہ کہ مصنف کا نام تو لیا گیا ہے' مگر ساری توجہ اس کے تخلیق کردہ متن پر مرکوز کی گئی ہے- مثلاً گریماس نے ہی موپساں کی محض ایک کہانی کے ساختیاتی تجزیے پر مشتمل پوری کتاب Moupassant: The Semantics of Text تصنیف کی ہے اور ژنیٹ نے فقط پروست کے ناولوں کی بنیاد پر بیانیے کی تھیوری Narrative Discourse کے نام سے مرتب کی ہے- ضوابط اور رسومیات پر توجہ دینے کے ضمن میں دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ ساخت کا مطالعہ اپنی اعلیٰ سطح پر ثقافتی مطالعہ بن جاتا ہے- مگر یہ ثقافت بھی دراصل متن کی ساخت میں لکھی ہوئی ہے-

iv- ساختیات قاری کی آزادی مگر قرأت کے منظم ہونے کا تصور دیتی ہے- ساختیات اپنی اصل میں چوں کہ اصول مطالعہ ہے' اس لیے ساختیاتی تنقید بھی قاری اور قرأت کے تفاعل کو بے حد اہمیت دیتی ہے- یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوگا کہ تاریخی سوانحی تنقید میں جو اہمیت مصنف اور اس کے عصر کو ملی تھی' ساختیات (اور دوسرے متن اساس نظریات) میں

Scanned by CamScanner

وہی اہمیت قاری اور قرأت کی طرف منتقل ہوگئی ہے۔ یعنی پہلے متن کے معانی کا تعین مصنف کے منشا' اس کی سوانح اور اس کے عصری حالات کے تناظر میں ہوتا تھا' مگر اب ساختیات میں معانی کا تعین قاری قرأت کے تناظر میں کرتا ہے' اور اہم بات یہ ہے کہ مصنف کو قرأت کے ہموار راستے میں پتھر خیال کیا گیا ہے اور جسے ہٹانا ضروری سمجھا گیا ہے۔ سوسیئر نے کہا تھا کہ زبان کی تاریخ کا علم زبان کی معنی خیزی کے عمل میں مزاحم ہوتا ہے' سو مصنف اگر تاریخی تشکیل ہے تو وہ بھی متن فہمی میں مزاحم ہے اور جس طرح زبان یک زمانی تناظر میں اپنے لسانی پوٹینشل کا کامل اظہار کرتی ہے' اسی طرح متن اپنی یک زمانی صورت حال (متن جب لکھا جا رہا ہے تو وہ تاریخی صورت حال میں ہے اور جب لکھا جا چکا ہے' مصنف سے آزاد ہو گیا ہے تو یہ متن کی یک زمانی صورت حال ہے) میں ہی اپنے معنیاتی امکانات کو بروئے کار لاتا ہے اور متن پر مصنف کو ''مسلط'' کرنے کا مطلب ان امکانات کی راہ مسدود کرنا ہے۔ اس ضمن میں بارت کی دلیل پڑھنے اور سر دھننے کے قابل ہے۔

"To give a text an Author is to impose a limit on that text, to furnish it with a final signified, to close the writing."

(Image- Music-Text, p 146)

اسی سلسلے میں بارت نے ایک مزیدار بات یہ بھی کہی ہے کہ متن کی تفہیم و تعبیر میں مصنف کو لازماً لانے کا فائدہ تنقید کو نہیں' ہمیشہ نقاد کو ہوا ہے کہ اس طرح نقاد کو متن کے معانی طے کرنے کی ایک آسان کلید ہاتھ آ جاتی ہے۔ تنقید کا بھلا تو تب ہوتا ہے' جب وہ متن کی گہری تہوں کو کھنگالنے میں کامیاب ہو اور مصنف کی انگلی پکڑنے سے قاری متن کے ساحل پر سرگرداں رہتا ہے اور گہرے پانیوں میں نہیں اتر پاتا۔ ساختیات متن کو اکہرا اور the 'message' of Author God نہیں سمجھتی بلکہ کثیر الجہات قرار دیتی ہے۔ یہاں پھر بارت کی رائے درج کرنا پڑ رہی ہے:

"The work is not surrounded, nor designated, nor protected, nor directed by

any situation, no practical life is there to tell us what meaning we must give it."
(Critical Essays, p 100)

اگر ادبی متن ایک لسانی تشکیل ہے اور زبان خود ایک ثقافتی تشکیل ہے تو یہ (زبان اور ثقافت) نہ صرف مصنف کی ''پراڈکٹ'' نہیں ہیں بلکہ مصنف خود اپنا تصور ان کی رو سے کرنے پر مجبور ہے۔ سو ادبی متن پر اگر ساختیات کی دی گئی لسانی اور ثقافتی بصیرتوں کی روشنی ڈالی جائے تو متن دن کی طرح روشن نہیں، جھٹپٹے کی مانند نیم روشن و نیم تاریک دکھائی دیتا ہے۔ یعنی ساختیات متن میں معنی کی وحدت کے تصور کو سختی سے مسترد کرتی ہے۔ معانی کی کثرت کا اثبات کرتی ہے، اور اس کثرت کو قرأت کے آزادانہ مگر منظم تفاعل سے منکشف کیا جاسکتا ہے۔ ساختیات قاری کی جس آزادی کا ذکر کرتی ہے، وہ بے مہار نہیں ہے۔ اگر قاری اپنی من مانی سے کوئی ایک معنی متن پر تھوپتا ہے تو یہ گویا ''مصنف'' کو ہی دوسری شکل میں واپس لانا ہے کہ اب خود قاری نے مصنف کی جگہ لے لی ہے۔ منشائے مصنف کی جگہ منشائے خود کو متن پر مسلط کرنے کا اقدام کیا ہے۔ قاری کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ وہ متن کے مطالعے میں کوڈز کا انتخاب خود کر سکتا ہے (بارت کے کوڈز حتمی نہیں ہیں) تاہم ان کوڈز کو منظم کرنا ضروری ہے تاکہ شعریات واضح کی جاسکے۔

۷- ساختیاتی تنقید ادب کا نظری ماڈل دیتی ہے۔ کائنات کے آغاز و انجام سے متعلق مختلف سائنسی نظریات پیش ہوئے ہیں، بگ بینگ اور Steady state theory۔ یہ حقیقتاً نظری ماڈل ہیں۔ واضح رہے کہ نظری ہونے کا مطلب خیال، فقط قیاسی یا ناقابل اطلاق ہونا نہیں ہے۔ نظری ماڈل دراصل اپنے معروض کی ماہیت سے متعلق، بعض مفروضات قائم کرتا ہے، جو دراصل معروض کے گہرے مطالعے سے حاصل ہونے والے نتائج کی بنا پر قائم کیے جاتے ہیں، مگر ان کی مدد سے معروض سے متعلق، ہر قابل ذکر سوال کا جواب مہیا کرنا ممکن ہوتا ہے۔ چناں چہ نظری ماڈل کی بنیاد پر اس معروض کی توجیہہ بھی کی جا سکتی ہے، جو بہ وقت مطالعہ نظری ماڈل کے مشاہدے میں نہیں تھا۔ اس کی مثال خود ساختیات ہے، جو زبان کے تجزیے سے وجود میں آئی، مگر اس نے بشریات، ادب، نفسیات، مارکسی فکر،

Scanned by CamScanner

فلسفہ، فلم، تھیٹر وغیرہ کی ساختوں سے متعلق جوابات فراہم کیے اور ساختیاتی تنقید میں مثلاً ژنیٹ(Gerard Genettc) نے بیانیہ کی جو تھیوری دی ہے، وہ ہر چند ایک فکشن رائٹر کے متون کے مطالعے سے برآمد کی گئی ہے، مگر اس کی رو سے فکشن کی شعریات سے متعلق ہر اہم سوال کا جواب دیا جا سکتا ہے۔

ساختیات پر لکھتے ہوئے اس سوال سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا کہ آیا ساختیات ان تمام توقعات کو پورا کرتی ہے جو تنقید بہ طور ڈسپلن سے وابستہ کی جاتی ہیں؟ یعنی کیا ساختیات ایک ایسا تنقیدی مکتب قرار دی جا سکتی ہے، جو مزید تنقیدی مکاتب کی ضرورت سے بے نیاز کر دے؟ اس ضمن میں عرض ہے کہ ساختیات کیا، کوئی بھی تنقیدی نظریہ ان توقعات کو پورا نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو تنقید میں نظریات کی کثرت نہ ہوتی۔ ہر نیا تنقیدی مکتب بڑی حد تک ان سوالات کے جوابات کی خاطر وجود میں آتا ہے، پہلے نظریات جن کا جواب نہیں دے سکے۔ یوں نیا نظریہ پہلے نظریات پر تنقید کی حیثیت رکھتا ہے اور اس خلا کو پر کرنے کی کوشش کرتا ہے، جو پیش رو نظریات بوجوہ پر نہیں کر سکے۔ ہر نیا نظریہ (بیشتر اپنے نئے پن کی وجہ سے) تمام قدیمی و بنیادی ادبی سوالات کے شافی جوابات مہیا کرنے کا دعویٰ بھی کرتا اور شائبہ بھی ابھارتا ہے۔ ایک حد تک یہ ضروری بھی ہوتا ہے، وگرنہ یہ متوجہ ہی نہ کرے۔ مگر چوں کہ ''نظریہ'' ہوتا ہے، اس لیے یہ بھی سابق نظریوں کی مانند بعض حدود کا پابند ہوتا ہے، وہ اپنی حدود میں ابھرنے والے ہر سوال کی چاپ کو تو سمجھنے کا اہل ہوتا ہے، مگر ان حدود سے باہر برپا (سوالات کے) شور کے سلسلے میں بہرے پن کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ساختیات بھی اس حقیقت سے ماورا نہیں ہے۔ ساختیات کی حدود کی وضاحت اوپر ہو چکی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ادب سے متعلق وہ کون سا اہم سوال یا سوالات ہیں، جن کے جوابات دینے کی سکت اس مکتب تنقید میں نہیں ہے۔

یہ غلط فہمی عام ہے کہ ساختیات، ادب کی جمالیاتی قدر کا ادراک نہیں کر سکتی۔ سرسری مطالعے میں ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ مگر غور کریں تو ساختیات، جمالیات کو بالواسطہ طور پر گرفت میں لاتی ہے۔ مثلاً ساختیاتی شعریات واضح ہی یہ کرنا چاہتی ہے کہ ادب بہ طور ادب کیوں کر قائم ہوتا ہے؟ ظاہر ہے اپنی جمالیاتی قدر کی وجہ سے۔ تو گویا جمالیات بھی

Scanned by CamScanner

ساختیاتی شعریاتی کا ایک کوڈ قرار دی جاسکتی ہے۔

ساختیات دراصل جس سوال کا جواب نہیں دے سکتی' وہ وسیع معنوں میں تاریخ ہے۔ ساختیات اپنی ساری توجہ ثقافت پر مرکوز رکھتی ہے۔ ہر چند بعض لوگوں نے ثقافت کو وسیع اجتماعی فینومینا قرار دے کر تاریخ کو اس کا حصہ سمجھا ہے اور اس طرح یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ساختیات ثقافت کے راستے سے تاریخ کا بھی اثبات کرتی ہے۔ مگر یہ پوری حقیقت نہیں ہے۔ تاریخ میں تغیر ہے اور ثقافت میں بڑی حد تک استحکام ہوتا ہے۔ تاریخ واقعہ ہے اور ثقافت اصول اور کوڈ۔ گو اصول اور کوڈ واقعے پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں' مگر واقعہ اپنے اثر و نتیجے کے اعتبار سے ایک منفرد چیز بھی ہوتا ہے۔ مغرب میں جب ساختیات کی جگہ پس ساختیات نے لی تو ساختیات پر بڑا اعتراض یہی تھا' تاریخ سے صرف نظر کرنے کا۔ اور جو پس ساختیاتی نظریات آئے وہ بیشتر تاریخ کو متن کے تجزیے میں واپس لائے۔ مگر کیسے؟ یہ قصہ بھی دل چسپ ہے۔ پس ساختیات (نو مارکسیت' فوکو' دریدا' نسائی تنقید' نئی تاریخیت بالخصوص) نے تاریخ کا جو تصور قائم کیا' ایک مادی واقعے کے طور پر نہیں' بلکہ ایک تشکیل (Construct) کے طور پر کیا۔ گویا تاریخ واپس تو آئی مگر ساختیاتی پیرہن میں!

یہ کتاب محترمی ڈاکٹر وحید قریشی کی تحریک پر مرتب کی گئی ہے اور اس کی اشاعت کا اہتمام بھی وہی کر رہے ہیں۔ میں ان کا از حد ممنون ہوں کہ انھوں نے اس اہم علمی کام کی انجام دہی کے لیے مجھ پر بھروسا کیا۔ اگر یہ کتاب ساختیات فہمی میں مددگار ثابت ہوتی ہے اور اس عمومی شکایت کو رفع کرنے کا موجب بنتی ہے کہ ساختیات کو خود اردو نقادوں نے چیستاں بنا رکھا ہے' تو اس کا کریڈٹ ڈاکٹر وحید قریشی کو جائے گا۔

ساختیات پر مقالات کے انتخاب اور ترتیب میں اس امر کا بہ طور خاص خیال رکھا گیا ہے کہ ساختیات کے فکری اور تاریخی ارتقا کا نقشہ سامنے آجائے۔ اس لیے قارئین سے گزارش ہے کہ وہ مقالات کا مطالعہ بھی اسی ترتیب سے کریں۔ ساختیات کے مشکل ثابت ہونے کا ایک باعث اس کی اصطلاحات ہیں۔ ان اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ

Scanned by CamScanner

کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔ مقالات کے مطالعے کے دوران میں اس فرہنگ سے برابر رجوع ساختیات فہمی کو آسان بنا سکتا ہے۔

ساختیات نے ادب کے علاوہ دوسرے علوم و نظریات کو بھی شدت سے متاثر کیا ہے۔ بشریات، نفسیات، فلسفہ، مارکسیت، حتیٰ کہ فلم، تھیٹر، اشتہار کو بھی۔ زیر نظر کتاب میں سوائے بشریات کے دیگر شعبوں پر ساختیات کے اثرات سے متعلق مقالات شامل نہیں کیے گئے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اردو میں اس حوالے سے کچھ زیادہ کام نہیں ہوا۔ دوم مزید مقالات شامل کرنے سے کتاب کا حجم بہت بڑھ جاتا۔ سوم اس کتاب کی ترتیب کا بنیادی مقصد ساختیات کے کلیدی تعقلات کا تعارف اور توضیح ہے، ساختیات کی پوری تحریک کا احاطہ مقصود نہیں تھا۔ توقع ہے کہ کتاب اپنے بنیادی مقصد کے حصول میں کامیاب ہوگی۔

جو قارئین ساختیات کے جملہ مباحث سے آگاہی چاہتے ہیں، انھیں صرف ان مقالات پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے انھیں انگریزی کتب کی طرف رجوع کرنا چاہیے، جن کی جامع فہرست کتاب کے آخر میں دی جا رہی ہے۔

ناصر عباس نیر
استاد شعبۂ اردو
پنجاب یونی ورسٹی، اورینٹل کالج، لاہور

Scanned by CamScanner